اسلامی دعوت وفکر کا ترجمان

سہ ماہی

الرشید

لکھنؤ

VOL 1 – ISSUE 4 - JULY 2025

محرم الحرام ۱۴۴۷ھ

جولائی ۲۰۲۵ء

جلد ۱، شمارہ ۴

شائع کردہ

ادارہ الرشید لکھنؤ، یوپی، الہند

AL - RASHEED

سہ ماہی

الرشید لکھنو

جلد نمبر ۱ — جولائی ۲۰۲۵ء / محرم الحرام ۱۴۴۷ھ — جلد نمبر ۴

الرشید کی راہیں

حمد باری تعالیٰ	ڈاکٹر مخمور کاکوروی	۳
تعارف "الرشید"	ادارہ	۴
اداریہ	انس قمر (مدیر)	۵
اسلامی انقلاب (منظر اور پس منظر) پہلی قسط	محمد فیض رشید (نائب مدیر)	۷
محرم الحرام کا پیغام	ڈاکٹر شکیل احمد فلاحی	۹
سن ہجری کا آغاز	رضی اللہ قاسمی خیر آبادی	۱۱
محرم الحرام تاریخ اور شعورِ اسلامی	محمد آصف ندوی	۱۳
شہدائے اسلام کی زندہ مثالیں	منہاج الدین قاسمی خیر آبادی	۱۶
شہدائے اسلام کی قربانی کا اصل پیغام	قاری محمد ثمامہ عرفانی	۱۸
قضیہ او قاف	محمد انس بن ابو بکر اندمانی	۲۰

سرپرست

محترم جناب ڈاکٹر شکیل احمد فلاحی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک اسٹڈیز مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

مدیر

انس قمر بانگرموی

نائب مدیر

محمد فیض رشید لکھنوی

معاون مدیر

ذیشان احمد الہ آبادی

مجلس مشاورت

مولانا منہاج الدین خیر آبادی ۞ قاری محمد ثمامہ عرفانی ۞ محمد کامران خالد ۞ محمد انس انڈمان

قارئین محترم! الرشید جسے ہم نے اخلاص سے سنوارا ہے اور آپ کے لیے نچھاور کیا ہے

خط و کتابت کا مکمل پتہ

AL-RASHEED

Baraura Road, Almas Bagh, Balaganj,

Lucknow – 226003

Ph. +91 630715695 ، e-mail:Alrasheed091@gmail.com

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

الرشید کو پڑھنے، سننے اور جڑنے کے لیے ان ذرائع کا استعمال کریں: کوڈ ایپ، ٹیلیگرام چینل، اور واٹس ایپ گروپ۔ بس نیچے دیے گئے QR اسکین کریں۔

WHATSAPP GROUP — @MAJALLAAT TELEGRAM GROUP — AL RASHEED SITE

اپنے مضامین کی اشاعت کے لیے مندرجہ ذیل نمبرات پر رابطہ فرمائیں

6307156950, 9415683541, 8604817008

یہ شمارہ آن لائن پلیٹ فارم کے ذریعے شائع کیا گیا، تمام تر حقوق "ادارہ الرشید، الماس باغ بالاگنج لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳، یوپی الھند" کے پاس محفوظ ہیں۔

گداگر کو کبھی تخت سلیمانی بھی دیتا ہے

ڈاکٹر مخمور کاکوروی

سمندر کو تلاطم خیز طغیانی بھی دیتا ہے
تو ہی تپتے ہوئے صحراؤں کو پانی بھی دیتا ہے

سبق دے کر خلوص و عاجزی و خاکساری کا
بشر کو تو شعور خندہ پیشانی بھی دیتا ہے

عطا کرتا ہے جب تو سربلندی اپنے بندوں
اور اپنے فضل سے چہروں کو تابانی بھی دیتا ہے

کبھی الجھائے رکھتا ہے ہمیں برسوں مسائل میں
کبھی تو مشکلوں کا حل بہ آسانی بھی دیتا ہے

کبھی معزول کر دیتا ہے تو مسند نشینوں کو
گداگر کو کبھی تخت سلیمانی بھی دیتا ہے

ترے ہی حکم سے ہر سو گھٹائیں رقص کرتی ہیں
زمیں سرسبز رکھنے کے لئے پانی بھی دیتا ہے

جنون شوق کر دیتا ہے جب گم کردہ منزل
دریدہ دامنوں کو اشک افشانی بھی دیتا ہے

وہ اپنے فضل سے مخمور اس دنیا میں شاعر کو
سخن گوئی، سخن فہمی، سخن دانی بھی دیتا ہے

....

تعارف الرشید

یہ بات بتا کر بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ ہم رسالہ الرشید کا دوبارہ رسم اجرا کر رہے ہیں، جو ہمارے پرانے قارئین ہیں وہ اچھے سے الرشید سے واقف ہیں یہ مجلہ جو کہ عمدہ مضامین فکری خیالات اسلامی موضوعات کا حسین مجموعہ ہوتا ہے، الحمدللہ اپنے ابتدائی دور سے ہی یہ مجلہ مقبول رہا اور ملک و بیرون ملک میں پڑھا گیا، جس کے اندر بیک وقت مختلف موضوعات پر مضامین موجود ہوتے ہیں، رسائل و جرائد کا سلسلہ علمی حلقوں میں کافی مقبول رہا ہے اور اہمیت کا حامل رہا ہے، اس کو بحیثیت حجت بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے، ایسے رسائل کے ذریعے ابتدائی طلبہ کو اپنی قلمی صلاحیت بنانے کا بہترین موقع میسر ہوتا ہے، اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو ابتدائی درجے کے طلبہ ہیں ان کو رسائل ہی زیادہ تر مطالعہ کرنا چاہیے اس لیے کہ ان میں بہت سے مختلف عناوین کے تحت مضامین و مقالات موجود ہوتے ہیں، جو کہ طلبہ کو فکری و تعلیمی اور تحریری صلاحیت بنانے کا بہترین دیتے ہیں، ہمارے ادارے کے لیے خوشی کی بات یہ ہے کہ الرشید کو باقاعدہ اب ایک باصلاحیت عالم و کاتب کی سرپرستی نصیب ہوئی ہے (ان کا پورا تعارف نیچے موجود ہے) انشاءاللہ ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ پاک ہم سب کو خوب کام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور اس رسالے کو لوگوں کے لیے مفید بنائے۔ آمین

تعارف

ڈاکٹر شکیل احمد کی ابتدائی تعلیم اپنے وطن اناو، یوپی میں ہوئی۔ علیمت اور فضیلت کی سند جامعتہ الفلاح اعظم گڑھ سے حاصل کی اس کے بعد عصری تعلیم شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی سے ایم۔اے اور پی ایچ ڈی (حقوق انسانی کا مسئلہ۔ عالمی تناظر میں اسلام کے حوالے سے) کے موضوع پر مقالہ لکھ کر مکمل کی۔ چار سال جامعہ سنئیر سکینڈری اسکول جامعہ ملیہ اسلامیہ میں اسلامیات کے استاد کی حیثیت سے وابستہ رہے۔ ۲۰۱۵ء سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدر آباد میں بحیثیت اسٹینٹ پر فیسر اسلامک اسٹڈیز خدمات انجام دے رہے ہیں، نیز تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ مختلف حیثیتوں میں انتظام ذمہ داریاں بھی بحسن و خوبی انظام دیتے رہے ہیں۔

ڈاکٹر شکیل احمد ایک کتاب حقوق انسانی کا تاریخی ارتقاء کے مصنف اور دیگر تین کتابوں کے مؤلف ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے فاصلاتی تعلیم کے ایم اے اسلامک اسٹڈیز کورس کے لئے تدریسی مواد کے یونٹس بھی لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ حقوق انسانی اور جدید امور کے حوالہ سے بیس سے زائد تحقیقی مضامین علمی رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں اور تقریباً اتنے ہی ملکی اور بین الاقوامی سیمیناروں اور کانفرنسوں میں پیپر پڑھ چکے ہیں۔

نوٹ: الرشید ایک سہ ماہی شاہکارِ رسالت، ان شاء اللہ ہر تیسرے مہینے شائع ہوگا۔

اداریہ

مدیر

اسلامی کیلنڈر کا پہلا مہینہ، جسے خداوندِ قدوس نے اشہر حرم فرمایا ہے، یعنی محرم الحرام۔ یہ ہمیں صرف نئے سال کی آمد کا پیغام نہیں دیتا بلکہ اسلام کی تاریخ کے ان گہرے زخموں کی یاد دلاتا ہے جو قربانی، صبر، اصول پسندی اور دین کیلئے جان نچھاور کر دینے کی اعلیٰ ترین مثالیں پیش کرتا ہے۔ یہ مہینہ ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم تاریخ کے اوراق پلٹیں اور دیکھیں کہ دینِ اسلام کی بنیادیں کیسے خونِ شہداء سے سینچی گئیں۔

سب سے پہلے ہمیں خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطابؓ کی شہادت یاد آتی ہے، جو محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو مسجدِ نبویؐ میں نمازِ فجر کے دوران دشمنِ اسلام کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت عمرؓ ایک عادل حکمران، انصاف کے علمبردار اور اسلام کے عظیم انصاف پسند حکمران تھے۔ ان کی شہادت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ اسلامی ریاست کی قیادت کس قدر ذمہ دارانہ اور خطرناک منصب تھا، جہاں خلوصِ نیت کے باوجود جان کا خطرہ ہمیشہ موجود رہا۔

عمر بولے، زمین پر آسماں سے آیت اتر آئے
تعلق ہو تو ایسا ہو، حمایت ہو تو ایسی ہو

پھر خلیفہ ثالث امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت کی طرف نظر جاتی ہے، جنہیں مدینہ طیبہ میں محاصرے کے دوران بھوکا اور پیاسا رہنے پر مجبور کیا گیا، یہاں تک کہ ان پر پانی بند کر دیا گیا۔ یہ وہی خلیفہ تھے جنہوں نے بئر رومہ (مدینہ کا ایک کنواں) ایک یہودی سے خرید کر عام مسلمانوں کیلئے وقف کیا تھا، مگر ان کے آخری لمحات میں انہیں ایک گھونٹ پانی بھی میسر نہ آیا۔ یہ واقعہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ تاریخ کے ستم نے کبھی اپنے محسنوں کو بھی معاف نہیں کیا۔

اور پھر تاریخ کے سب سے دل دہلا دینے والے واقعے کی طرف نظر جاتی ہے، میدانِ کربلا میں نواسۂ مصطفیٰ ﷺ، شہزادۂ علیؓ و بتولؓ، گلزارِ نبوت کا پھول، چراغِ خانۂ زہراؓ، شہیدِ راہِ شریعت، تاجدارِ صبر و رضا، نوجوانانِ جنت کے سردار حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یزید پلید کے ظلم و جبر کے نظام کے آگے سر جھکانے سے انکار کیا، تو انہیں اہلِ بیتؑ سمیت میدانِ کربلا میں تین دن تک بھوکا پیاسا رکھا گیا، یہاں تک کہ دریائے فرات تک رسائی روک دی گئی۔ بچوں تک کو پانی نہیں دیا گیا۔

حضرت عباسؓ جیسے وفادار بھائی کو پانی لاتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔ یہ وہ منظر تھا جہاں ظلم اپنی انتہا پر تھا، اور صبر و وفا بھی اپنی معراج پر۔

محرم کا مہینہ ہمیں نہ صرف غم اور سوگ کی یاد دلاتا ہے، بلکہ ہمیں یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ دین کو زندہ رکھنے کے لیے جان، مال اور رشتوں کی قربانی دینا اہلِ ایمان کی شان ہے۔ آج جب امتِ مسلمہ انتشار، فرقہ واریت اور اخلاقی زوال کا شکار ہے، ہمیں ان عظیم شخصیات کے کردار اور قربانیوں کو مشعلِ راہ بنانا ہو گا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ محرم الحرام کو صرف کربلا کے سانحہ کو یاد کرنے کی حد تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ یہ مہینہ ہمارے اندر احساسِ ذمہ داری، وحدتِ امت، اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کا جذبہ پیدا کرے۔ ہمیں حضرت سیدنا امام حسینؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ جیسے عظیم رہنماؤں کی سیرت کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا حصہ بنانا ہو گا۔

آیئے! اس محرم الحرام کے موقع پر ہم یہ عہد کریں کہ ہم اصولوں، انصاف اور اخلاص کی راہ پر چلتے ہوئے امت کو تقسیم کرنے کے بجائے جوڑنے والے بنیں گے۔ یہی کربلا کے شہدا کا اصل پیغام اور یہی محرم کا اصل مقصد ہے۔

اگلا شمارہ ان شاء اللہ ربیع الاول کے اخیر میں شائع ہو گا۔

قسط ۱

اسلامی انقلاب (منظر اور پس منظر)

محمد فیض رشید (نائب مدیر الرشید)

اللہ تبارک وتعالی نے جب امت میں فساد کو عام پایا تو ان کی اصلاح کے لیے اپنے پیغمبروں کو پے در پے امتوں پر مبعوث فرمایا ان پیغمبروں نے اللہ واحد کے پیغام کو قوم میں سنایا تو امت نے ان کا انکار بھی کیا، طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی، قتل وقتال اور جلا وطن بھی کیا، لیکن کیا اس تکلیف اور ظلم وزیادتی سے انبیاء علیہ السلام نے اللہ کے پیغام کو سنانا بند کر دیا؟ یا امت کو انہی کے حال پر چھوڑ دیا؟ نہیں بلکہ رسولوں نے اپنا کام بخوبی انجام دیا، ان میں سے کچھ انبیاء ومرسلین کے نام ہمیں رب العالمین نے قرآن مقدس کے ذریعے سے بتائیں جو کہ مشہور ہیں اور آج ہمارے درمیان واقعات اور حقیقت پر مبنی قصوں کی شکل میں موجود ہیں۔

یہ سلسلہ چلتا رہا پیغمبر آتے رہے اور دعوت الی اللہ کا کام کرتے رہے، آخر میں باری تعالی نے آخری نبیؐ سرور کونین شافی محشر سید الانبیاء خاتم المرسلین وجہ تخلیق کائنات آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا، اور دین اسلام کو ان کی امت کے لیے پسند فرمایا، اور اس دین وشریعت کو تمام فرمایا، جس کا اظہار قرآن مقدس میں بھی ہے۔ (پارہ ۳، سورہ آل عمران)

آپ کا تعلق قریش سے تھا جو کہ باعزت اور مکے میں رعب وغلبے والا تھا انہی کے ہاتھوں سیادت تھی اور وہی خانہ کعبہ کے والی تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی، تو دنیا تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی عربوں میں بگاڑ آچکا تھا، بیٹیوں کی پیدائش کو نحوست سمجھا جاتا، اور انہیں زندہ درگور کر دیا جاتا، ایک دوسرے کا اونٹ یا گھوڑا پہلے پانی پی جاتا یا سامنے والے کے جانور سے پہلے آگے بڑھ جاتا تو جنگیں چھڑ جایا کرتی تھیں، اور کئی برسوں تک چلا کرتی تھی۔

اس دردناک، المناک حالات پر کیوں رحمت خداوند قدوس جوش نہ مارتی؟ اور امت میں ایک عظیم انقلاب کیوں نہ آتا جس سے ساری دنیا لرزاں نظر آتی ہے، صرف اسی پروردگار عالم کا حکم چہار دانگ عالم میں غالب ہوتا۔

اس عظیم کارنامے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم کے لیے رسول بنا کر بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی وحی غار حرا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے دی گئی جنہوں نے آپ کو پڑھنے کا حکم دیا اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ واقعہ پیش آیا تو آپ گھبرا گئے اور دل کانپنے لگا، آپ اپنی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گھر تشریف لائے اور فرمایا مجھے چادر اڑھا دو مجھے چادر اڑھا دو، آپ کی کیفیت بہت نازک تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی اور کہا اللہ کی قسم وہ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں سچ بولتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں اور مظلوموں کی مدد کرتے ہیں، اس کے بعد حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو ایک پڑھے لکھے عیسائی عالم تھے اور انجیل سے واقف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ کو پورا واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اور اگر میں اس وقت زندہ رہا جب آپ کو آپ کی قوم نکال دے

توضرور آپ کا ساتھ دوں گا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے پوچھا کیا وہ مجھے نکال دیں گے تو ورقہ نے جواب دیا کہ جو بھی یہ پیغام لے کر آیا اس کے ساتھ یہی ہوا ہے، کچھ مدت کے بعد وحی موقوف رہی پھر دوبارہ وحی نازل ہوئی جس میں اللہ نے فرمایا اے چادر اوڑھنے والے اٹھو اور خبر دار کرو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا آغاز فرمایا۔

ابتدائی دور میں آپ نے اسلام کو عام نہ کیا بلکہ چند لوگ ایمان لائے اور عبادات بھی چھپ کر کی جاتی تھیں، پھر خداوند قدوس کے حکم سے نبوت کے تین سال بعد آپ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر لوگوں کو ندا لگائی اور اللہ کی طرف دعوت دی اور کہا اے قریش کے لوگو! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہے، تو کیا تم میری بات مانو گے؟ (سب نے کہا: ہاں، ہم نے تمہیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا) تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو جان لو، میں تمہیں ایک بڑے عذاب سے پہلے خبر دار کر رہا ہوں۔

سب سے پہلے ابو جہل نے آپ کا انکار کیا اور لعن وطعن کیا، شروع میں تو قریش نے سکوت اختیار کیا لیکن جب ﷺ نے انکے بتوں کی تکفیر کی اور معبود صرف اور صرف رب العالمین کو ٹھہرایا تب قریش نے اپنے رنگ بدلے اور آپ سے دشمنی کی، گویا انہیں اپنے یہ جھوٹے معبود پیارے تھے، یہ وہ وقت تھا جب اسلام کا پہلا تعارف لوگوں کے سامنے آیا اور وہ وحدت الٰہی کا تھا، اسکے بعد قریش نے آپ اور آپکے اصحاب پر ظلم کرنا شروع کیا انکو انکی عبادت سے روکا۔

دارِ ارقم، صحابیِ ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ کا گھر تھا، جو مکہ میں صفا پہاڑی کے قریب واقع تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ظلم و ستم کے دور میں اسی گھر کو دعوتِ اسلام کا خفیہ مرکز بنایا۔ یہاں قرآن کی تعلیم، صحابہ کی تربیت، اور دینی مشورے ہوتے۔ نوجوانوں نے اسی مرکز سے ایمان، اخلاق، اور قیادت سیکھی، جو آگے چل کر اسلام کے علمبردار بنے۔

پھر آہستہ آہستہ آپ علیہ السلام نے دعوت دینا شروع کی ادھر قریش اور اہل مکہ نے دشمنی کی چادر اوڑھ لی تھی اسلام کی دعوت سے قبل آپ کا مقام قریشی اور تمام مکے والوں میں بڑی اہمیت رکھتا تھا اور وہ آپ کو صادق وامین جیسے القابات سے نوازتے، بطور امانت اپنے ساز وسامان آپ کے سپرد کر دیا کرتے، لیکن دعوت اسلام کے بعد تصویر کا رخ بدل گیا یہی لوگ آپ کو قتل کرنے قید کرنے جلاوطن کرنے کی سازش رچنے لگے لیکن خدا کو اپنے کلمۂ واحد کا دائرہ وسیع کرنا تھا، بتدریج لوگ حلقہ بدوش اسلام ہونے لگے اور ایک بڑی جماعت تیار ہو گئی مکہ کے مخالفین بہادر نوجوانوں میں سے عمر بن خطابؓ کو آپ نے دعا میں اللہ سے مانگا تو کچھ عرصے بعد یہ دعا بھی قبول ہوئی، اب اسلام کو مزید تقویت مل چکی تھی اسلام کے ساتھ ابو بکرؓ کی صداقت عمرؓ کی عدالت عثمانؓ کی سخاوت علیؓ کی شجاعت اور تمام اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ تھا، لیکن اہل مکہ نے ظلم نہیں چھوڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ انکے ماننے والوں کو ستایا جا رہا ہے اس موقع پر آپنے صحابہ کرامؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی کیونکہ وہاں کا بادشاہ نجاشی رحم دل تھا، شروع میں چند مہاجرین نے ہجرت کی لیکن جب ظلم حد سے تجاوز کر گیا تو آپنے ایک بڑی جماعت صحابہ کرام کی ملک حبشہ کی طرف روانہ کی۔ جاری۔۔۔

محرم الحرام کا پیغام

ڈاکٹر شکیل احمد فلاحی صاحب
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک اسٹڈیز مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدر آباد

اسلام کی آمد سے قبل ایران میں لوگ مجوسی مزہب کے ماننے والے تھے اور اس ملک کو پرشیا یعنی فارس کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ساتویں صدی سے یہاں اسلامی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ شروع ہی میں یہ ملک حلقہ اسلام میں داخل ہوگیا اور اموی وعباسی خلافت کا اہم حصہ رہا۔ سولہویں صدی تک ایران میں سنی مسلمانوں کا اقتدار رہا۔ اس کے بعد اس ملک میں صفوی خاندان کی حکومت قائم ہوگئی جو شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ اس وجہ سے اب حکومت کا سرکاری مزہب شیعہ ہوگیا۔ صفوی حکمرانوں کے عہد میں ایک طرف اس ملک نے ہر میدان میں بہت ترقی کی لیکن دوسری طرف شیعیت کے نام پر بہت سی غیر اسلامی رسوم وروایات کی شروعات ہوئی جن میں بعض چیزوں کی وجہ سے شیعوں اور سنیوں کے درمیان اختلافات میں شدت آتی گئی۔

ایران کی جدید تاریخ کا آغاز ۱۹۲۱ء سے ہوتا ہے جب رضا شاہ نے قاچاری حکومت کا خاتمہ کرکے پہلوی خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی۔ پہلوی حکمرانوں نے ایران میں تیل کی آمدنی سے معاشی ومعاشرتی اصلاحات کے ذریعے اس ملک کو جدیدیت اور ترقی کی طرف بہت تیزی سے آگے بڑھایا۔ بیسویں صدی کے نصف سے امریکہ اور برطانیہ نے یہاں کے تیل کے ذخائر میں دلچسپی لیتے ہوئے شاہ ایران کی حمایت کی اس طرح امریکہ کی معاشی وفوجی امداد کے ذریعہ ایران خطہ میں ایک طاقتور ملک بن گیا۔ لیکن اسکا منفی نتیجہ یہ ہوا کہ ایران میں مغربیت کا اثر بڑھنے لگا جسکی وجہ سے مذہبی طبقہ نے مغربیت اور سیکولرزم کی مخالفت شروع کردی یہاں تک کہ مذہبی رہنماؤں اور شاہ ایران کے درمیان کشمکش عروج پر پہنچ گئی، بالآخر عوام نے مذہبی رہنماؤں کا ساتھ دیا اور ۱۹۷۹ء میں آیت اللہ روح اللہ خمینی کی قیادت میں پہلوی حکومت کے خاتمے کے بعد ایران میں انقلاب آگیا۔ شیعہ مسلک ہونے کی وجہ سے اس اسلامی انقلاب کا دستور ولایت فقیہ پر مبنی تھا۔ اس تصور کو آیت اللہ خمینی نے پیش کیا تھا، بہر حال اس انقلاب نے پوری دنیا پر غیر معمولی اثر ڈالا۔

بیسویں صدی کے ایران میں اسلام کے احیاء اور مغربیت کی بیخ کنی میں جن مذہبی شخصیات کا اہم کردار رہا ہے، ان میں سے ایک علی شریعتی ہیں جنہیں جدید ایران کے فکری معماروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے فکر وعمل سے ایران کو اس مقام تک پہنچا دیا کہ عوام نے ایران میں شہنشاہیت کا ڈھائی ہزار سالہ جشن منانے والے محمد رضا شاہ پہلوی کی حکومت کا خاتمہ کرکے اسکی جگہ اسلامی جمہوریہ ایران کی بنیاد رکھی۔ علی شریعتی کا ایک اہم کارنامہ یہ بھی کہ انہوں نے ایرانیوں کو مخصوص شیعی حصار سے نکل کر شیعیت صفوی سے شیعیت علوی کی طرف لوٹنے کی دعوت دی۔

دوسری شخصیت آیت اللہ خمینی کی ہے، عالم اسلام میں اتحاد اسلامی کے تعلق سے مذہب وسیاست کو ایک ساتھ لیکر چلنے کی جو دعوت جمال الدین افغانی نے دی تھی۔ بیسویں صدی میں آیت اللہ خمینی عالم اسلام کی پہلی ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے جدید دنیا میں مذہب وسیاست کی یکجائی کی بنیاد پر حکومت کے اس نظریے کو عملی جامہ پہنایا جو تقریباً نصف صدی گزرنے کے بعد بھی مذہبی قیادت کے زیر سایہ پوری قوت واستحکام کے ساتھ قائم ہے۔

سن ۶۱ ھ میں دس محرم الحرام عاشورہ کا دن اس وقت اسلامی تاریخ میں امت کیلئے انتہائی تکلیف دہ دن بن گیا جب یزید بن معاویہ کے ایک کمانڈر نے نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکے خانوادہ کو کربلا کے میدان میں شہید کر دیا۔ اس واقعہ نے پورے عالم اسلام پر ایک سکتہ طاری کر دیا اور ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ ہر سال محرم کا یہ دن امت کے زخم کو تازہ کر دیتا ہے اور ہر سچے مسلمان کے بے اختیار آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ یقیناً امام حسین اور اہل بیت سے محبت کرنا ہمارے ایمان کا تقاضہ ہے اور انکی شہادت کا غم قیامت تک امت میں باقی رہے گا۔ لیکن اس موقع پر انکے اس مقصد کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے جو خود انکے نزدیک انکی اپنی ذات سے زیادہ اہم تھا جسکی وجہ سے امام حسین نے اپنی اور اپنے خاندان کی قربانی پیش کی۔ محرم ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ حق وباطل کی کشمکش ہر دور میں رہی ہے لیکن سچا ایمان یہی ہے کہ ہر حال میں حق پر قائم رہیں اور ظالم وطاغوتی نظام کے مقابلہ میں صبر واستقامت کا مظاہرہ کریں نیز اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت پر ثابت قدمی کے ساتھ جمے رہیں۔

قرآن مجید اور سنتِ رسول اللہ ہی اسلام کے بنیادی مآخذ اور اتحاد امت کی اصل بنیاد ہیں، مگر افسوس کہ عالمی اخوت و انسانیت کا یہ مذہب داخلی اختلافات کا شکار ہو گیا اور ہماری تاریخ کا بڑا حصہ شیعہ وسنی اور دیگر مسالک ومکاتب کے آپسی تنازعات کی نظر ہو گیا۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن وسنت کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے امت کے اندر موجود اختلافات کو ختم کیا جائے۔ موجودہ حالات میں ایرانی رہنما آیت اللہ سید علی خامنہ ای کی فراست سے امید ہے کہ وہ عالم اسلام میں اتحاد اسلامی کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرہں گے۔

غریب وسادہ ورنگین ہے داستان حرم
نہایت اسکی حسین ابتدا ہے اسماعیل

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

سن ہجری کا آغاز

رضی اللہ قاسمی خیر آبادی
جامعہ امہات المؤمنین للبنات ایتھی (رائے بریلی)

سن ہجری اسلامی تاریخ کو کہتے ہیں، شریعت میں بہت سے امور و احکام اسی پر معلق ہیں، اور یہ اسلامی تاریخ اہل اسلام کے لئے ایک امتیازی شان کا درجہ رکھتی ہے جس طرح دیگر اقوام کی اپنی اپنی تاریخیں ہیں اسی طرح اہل اسلام کی بھی اپنی ایک تاریخ ہے اور وہ سن ہجری ہے، اس کا (اسلامی سال) کا آغاز امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ ابتداء سے ہی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ ہمارا اپنا ایک اسلامی سن اور تاریخی شناخت ہونی چاہئے، چنانچہ حضرات صحابہ کرام کے مشورے سے حضرت عمر فاروق نے اس کا آغاز فرمایا۔

اسلامی سال کا آغاز کیسے ہوا؟

واقعہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ حاکم یمن حضرت ابو موسی اشعری نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کے پاس خط لکھ کر بھیجا کہ آپ کے خطوط پر تاریخ درج نہیں ہوتی ہے، جس سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ خط کب کا ہے، اس لئے آئندہ خطوط تاریخ کے ساتھ لکھا کریں، چنانچہ حضرت عمر فاروق نے صحابہ کرام سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا صحابہ کرام میں سے بعض کی رائے یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے اسلامی سال کا آغاز کیا جائے۔ بعض صحابہ کرام کا مشورہ تھا کہ اعلان نبوت سے اور بعض نے کہا کہ آپ کی وفات سے سن ہجری کا آغاز ہو لیکن حضرت عمر فاروق نے اسے ناپسند فرمایا، کہ وفات سے آپ کا صدمہ تازہ ہوگا اور بعثت کے وقت ہم ضلالت کفر میں تھے، اس لئے اس سے مناسب نہیں، اسی درمیان داماد رسول سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اسلامی سال کا آغاز و ابتداء ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی واقعہ سے ہو، کیوں کہ یہ عظیم اور انقلابی واقعہ ہے۔ اس واقعہ کے بعد سے اسلام کو فروغ و قوت نصیب ہوئی اور یہ واقعہ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے، چناں چہ اس رائے کو حضرت عمر فاروق اور تمام صحابہ کرام نے باتفاق پسند فرمایا اور یہ فیصلہ منظور کر لیا۔

اسلامی سال کا آغاز محرم ہی سے کیوں؟

چوں کہ سال کے بارہ مہینے پہلے سے موجود تھے، تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ سال کی ابتدا کس ماہ سے ہو؟ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت تو سترہ سال پہلے ربیع الاول کے مہینہ میں فرمائی تھی اور یہ مشورہ ہجرت کے سترہ سال کے بعد یعنی ۲ جمادی الاخری ۱۷ ہجری، ۹ جولائی ۶۳۸ عیسوی کو ہو رہا تھا تو سال کا آغاز ربیع الاول سے ہونا چاہئے،

چنانچہ اس سلسلے میں بھی صحابہ کرام کی کئی رائے تھیں لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ سال کا آغاز محرم سے کیا جائے کیونکہ وہ محترم مہینہ ہے اور لوگوں کے حج سے واپس آنے کا مہینہ ہے، اس لئے ماہ محرم الحرام کو سال کا پہلا مہینہ مقرر کیا جائے اور سن ہجری کا آغاز وابتداء دوماہ آٹھ دن پیچھے سے شمار کیا جائے۔

ابن حجر عسقلانی نے اس سلسلے میں یہ توجیہ پیش کی ہے کہ ہجرت کا واقعہ تو ماہ ربیع الاول میں پیش آیا تھا مگر آپ نے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانے کا عزم وارادہ "ماہ محرم" میں ہی کر لیا تھا، اس لئے محرم ہی ہجرت کا مہینہ ہوا اگرچہ اس پر عمل ربیع الاول میں ہوا، اس مناسبت سے سال کا آغاز محرم ہی سے ہونا چاہئے، الغرض اس پر سب کا اتفاق ہو گیا اور تمام صحابہ کرام نے سن ہجری کا آغاز یکم محرم، ایک ھجری، ۱۶ جولائی ۶۲۲ عیسوی بروز جمعہ سے کیا۔ اس طرح حضرات صحابہ نے اسلامی تاریخ کو ہجرت سے وابستہ کر کے اور اسلامی سال کی ابتدا ماہ محرم الحرام سے مان کر اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی و عظمت اور باطل کی شکست کا مظاہرہ کیا اور ہم تمام اہل اسلام کو یہ پیغام دیا کہ اسلام کی سربلندی عظمت اور سرخروئی اسی بات میں منحصر ہے کی ہم مسلمان ہمیشہ اس کے لئے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی طرح قربانیاں دیتے رہیں، اللہ تعالی عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

محرم الحرام تاریخ اور شعورِ اسلامی

محمد آصف ندوی
متعلم، مرکز ابوالحسن دارِ عرفات میدان پور رائے بریلی

حامداً ومصلّیا امّا بعد قال اللہ تعالیٰ ، إنّ عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السماوات والأرض منھا أربعۃ حرم ، وقال النبی ﷺ أفضل الصیام بعد رمضان شھر اللہ المحرم (رواہ مسلم)

قارئینِ محترم۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے چار مہینوں کو حرمت والا قرار دیا ہے جن میں سے ایک محرم الحرام بھی ہے، اسی طرح قرآن وحدیث میں اس مہینہ کی اہمیت اور برتری کو بہترین انداز میں بیان کیا گیا ہے خاص طور سے یومِ عاشوراء کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔

چنانچہ مشرکین عرب بھی اس مہینہ کا ادب واحترام کرتے تھے اس مہینہ کی عظمت کا اندازہ ان احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ہوتی ہے جس میں کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ أیّ الأشھر أفضل ؟ فقال أفضل الأشھر شھر اللہ الذی تدعونہٗ المحرم (سب سے فضیلت والا مہینہ کون سا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل مہینہ اللہ کا مہینہ ہے جس کو تم محرم کہتے ہو (نسائی)

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: من صام یوماً من المحرم فلہٗ بکلّ یومٍ ثلاثون یوماً (الترغیب والترھیب) یعنی جو شخص محرم میں ایک روزہ رکھے گا اس کو تیس روزہ رکھنے کے برابر ثواب ملے گا (سبحان اللہ)

مفتی محمدؐ شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء کی شریعتیں اس پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور اگر ان میں کوئی گناہ کرے تو اس کا وبال وعذاب بھی زیادہ ہوتا ہے (معارف القرآن)

دوستوں! یہ تھی ماہِ محرم اور یومِ عاشوراء کی فضیلت وعظمت، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس دن کا احترام کرتے ہیں یعنی اس دن روزہ رکھتے ہیں اپنے اہل وعیال اور مؤمنین کو اچھا کھانا کھلاتے ہیں اور پوری امت کا ثواب پاتے ہیں، مسرت اور خوشی اور فخر سے خالق کائنات کا شکر بجا لاتے ہیں کیونکہ اس نے یہ مبارک دن عطا فرمایا ہے جس میں روزہ رکھنے والے کے گناہوں کو معاف کیا جاتا ہے۔

یومِ عاشوراء ہی غم کی تاریخ کیوں؟

لیکن کیا کہا جائے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے یومِ عاشورہ کی تمام تاریخی اہمیتوں اور شرعی حیثیتوں کو پس پشت ڈال کر یہ گمان کر لیا ہے کہ یوم عاشورہ کی اہمیت صرف نواسہ رسول جگر گوشہ بتول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کی وجہ سے ہے اسی لیے انہوں نے پورے مہینے کو غم کا مہینہ اور دسویں محرم کو غم کی تاریخ قرار دے دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس مہینے میں خوشی ومسرت کی کوئی تقریب منعقد نہیں کرتے خواہ وہ نکاح مسنونہ ہو یا عقیقہ مشروعہ حالانکہ یومِ عاشوراء کو تو روزِ اوّل ہی سے اہمیت وفضیلت حاصل ہے۔

چنانچہ آپ اس دن کی اہمیت کا اندازہ ان واقعات سے لگا سکتے ہیں جو ان میں رونما ہوئے مثلاً عاشورہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی دن ان کی توبہ بھی قبول کی گئی، اسی دن زمین و آسمان چاند سورج ستارے پیدا کیے گئے اسی دن حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے اور اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کے قوم کو فرعون کے چنگل سے نجات ملی اور فرعون اپنی قوم سمیت غرق ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ اسی دن یعنی عاشورہ کو مکہ میں روزہ رکھتے تھے اور جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں پر آپ نے یہ اظہار فرمایا کہ آئندہ سال انشاء اللہ دو روزہ رکھوں گا تاکہ یہودیوں کی مشابہت نہ ہونے پائے چونکہ وہ لوگ بھی مدینہ منورہ میں روزہ رکھتے تھے۔

بہر حال آپ غور فرمائیں کہ جس دن کے ساتھ بے شمار متبرک واقعات وابستہ ہوں وہ کتنا عظیم دن ہوگا، اور یہ صرف اس کی تاریخی حیثیت ہی نہیں بلکہ اسلامی اور شرعی حیثیت بھی ہے کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے جو کہ بڑے اجر وثواب کا باعث ہے۔

عزیزانِ گرامی !

محرم الحرام مسلمانوں میں شعور اسلامی کو اجاگر کرنے کا مہینہ ہے واقعہ کربلا ہمیں سچائی انصاف اور شہادت کی راہ پر چلنے کا درس دیتا ہے' یہ ہمیں ظالم کے سامنے ڈٹ جانے اور مظلوم کی حمایت کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ محرم الحرام ہمیں یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ ہمیں اپنے ایمان پر قائم رہنا چاہیے اور کسی بھی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

میرے دوستو! اگر ماہِ محرم کو غم کا مہینہ قرار دینے کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس میں فرزند شیر خدا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو پھر یاد رکھیے کہ اس کو غم کا مہینہ یا غم کی تاریخ قرار دینا ہرگز مناسب نہیں، اس لئے کہ محض حق کی خاطر مومن کے لئے شہادت کا جام پی لینا کوئی غم کی بات نہیں بلکہ وہ تو خوشی اور فخر کی بات ہے کیونکہ شہادت تو ایسا منصب اور ایسی قابل رشک نعمت ہے جس کی خواہش خود سید الانبیاء ﷺ نے بھی ظاہر فرمائی تھی ،

ارشادِ عالی ہے' لوددت أن أقتل في سبيل الله ثم أحيىٰ ثم أقتل ثم أحيىٰ ثم أقتل ثم أحيىٰ ثم أقتل

دامادِ رسول پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو آپ نے فرمایا ، فزتُ وربّ الكعبه (کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا)

جیسا کہ شاعر نے شہداء کی خواہش وچاہت کو ان الفاظ میں پرویا ہے کہ

شہادت ہے مقصود مطلوبِ مؤمن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

قارئینِ معزز! آخر یہ کیسی سعادت ہے کہ جس کی تمنا ہادیٔ کائنات محمد عربی ﷺ اور حضرت علی حضرتِ عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی کامیابی کا دعوی کیا ایسی خوشخبریوں کے بعد کیا شہادت کا سانحہ لائق رنج وعلم ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

کیوں کہ قرآن کہتا ہے! ولا تحسبنّ الذین قُتِلوا فی سبیل اللہ أمواتٌ بل أحیاءٌ عندَ ربّھِم یُرزَقون !

یعنی جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کر دئے جاتے ہیں، انہیں مردہ مت سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں ، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ حق کی خاطر حق کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں وہ زندہ بھی ہیں تو پھر زندہ پر رونا دھونا ماتم کرنا تعزیہ نکالنا سینہ کوبی کرنا چہ معنیٰ دارد؟ کیا وجہ ہے کہ پھر بھی شمشیر زنی کی جاتی ہے دہکتی ہوئی آگ پر چل کر یا حسن کے نعرے بلند کیے جاتے ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ جب عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو حق بات سننا اور حق بات سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے' یہی وجہ ہے کہ کم فہم لوگ ماتم کرنے ڈھیجے اور گانے بجانے میں لگ کر اپنے اپنے وقت کو تباہ و برباد کرتے ہیں،، ہم تو یہی کہتے رہیں گے۔

ماتم وہ کریں' جو منکر ہوں حیاتِ شہداء کے

ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

بہر حال خلاصۂ کلام یہی ہے کہ صحابہ کرام اور دیگر اسلاف نے محرم کو نہ کبھی اس طرح منایا ہے اور نہ ہی کبھی اظہار رنج و علم کے لیے اس کی کوئی تخصیص کی ہے بلکہ وہ صرف ایک مہینہ ہے اور مہینہ بھی حرمت والا اب ظاہر ہے کہ اس مہینے میں اس طرح کی بدعات و خرافات کو انجام دینے کی کسی بھی قیمت پر کوئی گنجائش ہو ہی نہیں سکتی اس لیے کہ اس سے اس کی حرمت تار تار ہو جائے گی،،

اس لئے کہ یہ مہینہ ہمیں ایثار، قربانی، اتحاد اور باہمی رواداری کا پیغام دیتا ہے' یہ مہینہ ہمیں یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ ہمیشہ حق اور انصاف کے لیے کھڑے ہونا چاہئے !

اس لئے کہ ان سب چیزوں کو حضرتِ حسین نے کر کے دکھا دیا اور ہمیں یہ درس دیا کہ چڑھتے سورج کی پوجا نہیں کرنا بلکہ ظالم و جابر کا ڈٹ کے مقابلہ کرنا ہے' اسی لئے شاعر نے کہا تھا کہ۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارا جائے اور فرمانِ الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے، اب آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔

شہدائے اسلام کی زندہ مثالیں

منہاج الدین قاسمی خیر آبادی
فاضل دارالعلوم وقف دیوبند

دنیا کی تاریخ میں روز اول سے ہی قربانی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ تمام انبیائے کرام نے اپنی جان مال اولاد کی قربانیاں دی۔ جب حق جل مجدہٗ نے اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحدانیت کا نغمہ سنایا۔ لوگوں کے سامنے حق جل مجدہ کا تعارف پیش کیا۔ بت پرستی کو ترک کرنے کی دعوت دی تو چند لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ کفارِ مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ کے جانثار، وفادار، پاکباز صحابہ کرام کے دشمن ہو گئے۔

ان کو تکلیفیں اور اذیتیں پہچانے لگے۔ ان پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑنے لگے لیکن جنہوں نے اقرار کر لیا اللہ کی وحدانیت کا محمد عربی کی رسالت کا وہ پیچھے نہیں ہٹے جان کی بازی لگادی مال کی بازی لگادی اولاد کی بازی لگادی اور یہ گنگنارہے ہیں

جان دے دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ کہ حق ادا نہ ہوا

قارئین کرام!

اسلام کی خاطر سب سے پہلے قربانی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی مقدس جماعت نے پیش کی تن من دھن کی بازی لگائی اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا صدق و وفا کی داستاں رقم کی ایثار و قربانی کے پیغام کو عام کیا۔

صحابہ کرام کی جماعت میں کچھ ایسے نام تاریخ کے صفحات میں ملتے ہیں کہ انہوں نے ایسی تاریخ رقم کی کہ زمانہ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے چنانچہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو برچھی مار کر شہید کیا گیا لیکن احد احد کے علاوہ کوئی کلمہ اپنی زبان سے نکالنا گوارا نہیں کیا حضرت عمار ابن یاسر کو تپتی ریت پر لٹا کر شہید کیا گیا۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ کو غزوہ احد میں شہید کیا گیا ان کی نعش کو فرشتوں نے غسل دیا ان کو سید الشہداء کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں ظالم کا مقابلہ کرتے کرتے شہید ہو گئے لیکن ان کے سامنے جھکنا گوارا نہیں کیا۔

صحابہ کرامؓ کی قربانی کو، ان کے ایثار کو، ان کے صدق و وفا کے قصوں کو، ان کی اسلام کی خاطر جانفشانی و جانبازی کو، ان کی ایمان پر ثابت قدمی کو، ان کے توکل علی اللہ کو، ان کے اللہ پر یقینِ کامل کو، دشمن کے سامنے ان کی جواں مردی و مزاحمت کو، راہِ حق میں ان کی شہادت و قربانی کو، جنگ احزاب میں ان کی تدبیر و حکمتِ عملی کو بیعت رضوان میں نبی کے ساتھ ان کے عشق و وفا کو،

میدانِ کربلا میں ان کی بہادری وشجاعت کو چند صفحات میں بیان کرنا ممکن نہیں اور ہر مرتبہ قربانی پیش کرنے کے بعد یہ نغمہ گنگنا رہے ہیں ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل

دوستو! اسلام کی خاطر صحابہ کرام کی قربانیاں ہمیں یہ پیغام دیتی ہیں کہ وحدانیت پر قائم رہیں راہِ حق سے انحراف نہ کریں حالات کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں ہمیں استقامت کے ساتھ ڈٹے رہنا اور جمے رہنا ہوگا ہمیں فاستقم کما امرت کا مصداق بننا ہوگا ہر حال میں وحدانیت کا پرچم لہرانا ہوگا، وندے ماترم سے اجتناب کرنا ہوگا، اپنی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کرنی ہوگی اسلام کی خاطر صحابہ کرام کی طرح ہمیں بھی تن من دھن کی بازی لگانی ہوگی۔

شہدائے اسلام کی قربانی اور اصل پیغام

محمد ثمامہ الہ آبادی
متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء

اسلام کی تاریخ ایثار و قربانی اور وفا سے جگمگا رہی ہے، اور شہداء اسلام کو یاد کر رہی ہے، جنہوں نے اسلام کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا دی، اور اپنے بچوں کو قربان کر دیا۔ یہی وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کو شہداء اسلام کہا جاتا ہے، جن کو جنت کی بشارت دی گئی۔ قرآن پاک نے جن کے بارے میں کہا: "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون" (ترجمہ) تم لوگ ان کو مردہ گمان نہ کرو جو اللہ کے راستے میں شہید کئے گئے ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے ان کے رب کے پاس سے۔

شہادت صرف نام نہیں بلکہ حیاتِ جاوداں کا نام ہے، اگر ہم تمام شہداء کی قربانیوں کو لکھنے بیٹھیں تو ہمارے الفاظ کم پڑ جائیں گے، لیکن ان کے اوصاف و کمال پر مکمل احاطہ نہیں کیا جا سکے گا۔

انہی شہداء میں ایک نام حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلبؓ کا ہے، جو کہ واقعی اسلام کے سچے اور جانباز سپاہی تھے، جو شجاعت و بہادری کے پیکر تھے، جو شہید ہو کر سید الشہداء کہلائے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، جنہوں نے معرکۂ موتہ میں بازو کٹوا کر بھی اسلام کا پرچم گرنے نہ دیا۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، جنہوں نے میدانِ کربلا میں ظلم و جبر کے خلاف کھڑے ہو کر اسلام کو نئی زندگی عطا کی۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ تھیں ان کی قربانیاں جن کو بھلایا نہیں جا سکتا، ہر شخص مرنے کے بعد جو جنت میں چلا جاتا ہے، پھر دنیا میں آنا پسند نہیں کرتا، لیکن شہید وہ تمنا کرتا ہے کہ وہ دنیا میں دوبارہ آئے اور دس مرتبہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، راہِ خدا میں بار بار شہید کیا جائے۔

شہداء کا پیغام

صحابہ نے اللہ کی راہ میں قربان ہو کر ہمیں یہ درس دے دیا کہ ظلم کے خلاف ہمیشہ آواز بلند کرنا چاہیے اور ثابت قدمی سے کام لینا چاہیے، جب بات دین پر، اس کے اصولوں پر آئے، تو اس سے سمجھوتا نہیں کرنا چاہیے، جب اللہ کی راہ میں نکلنے کا وقت آئے، تو دشمن کی تعداد نہیں، بلکہ اپنے عزم و ایمان کو دیکھنا چاہیے۔

یہ شہداء اسلام صرف تلوار کے سامنے ہی فاتح نہیں رہے، بلکہ صبر و تحمل و استقامت میں بھی بہترین مثال تھے۔ وہ اپنی مثال خود تھے۔

آج ہمارے اندر بات کرنے کے لیے زبان تو ہے، لیکن صحابہ جیسی شجاعت کو پیش کرنے کی غیرت نہیں، ہم شہداء جیسی مدد تو اللہ سے مانگتے ہیں، لیکن صحابہ جیسے اعمال نہیں کرتے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ شہداء کی میراث صرف ماضی کا فخر نہیں بلکہ حال کا فریضہ اور مستقبل کی ذمہ داری ہے، اللہ ہمیں شہداء کے راستے پر چلنے، دین کے لیے قربانی دینے اور حق کے لیے ڈٹ جانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

قضیہ اوقاف

محمد انس بن ابو بکر اندمانی:
متعلم دارالعلوم، ندوۃ العلماء

بھارت کی پارلیمنٹ میں اوقاف میں ترمیم کے قانون کے فیصلے کی منظوری حاصل کر لی گئی ہے، اور افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ مجوزہ قانون اسلامی شریعت سے مکمل طور پر متصادم ہے اور کسی بھی حالت میں اس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا، چاہے حالات کچھ بھی تقاضا کریں۔ اور مسلمانوں کے حقوق کے خلاف قوانین بنانا موجودہ حکومت اور اس کی انتہا پسند پارٹیوں کی طرف سے کوئی نئ بات نہیں، بلکہ یہ اُن سیاسی سازشوں میں سے ایک ہے، جنھیں اسلام دشمن رہنما اقتدار میں رہنے کے لیے اپناتے ہیں۔

تاہم اوقاف میں ترمیم کا یہ نیا قانون اگر نافذ ہوا تو بھارت میں بڑے پیمانے پر فساد اور شدید بد نظمی کا سبب بنے گا، اور اس قانون کے آگے جھکنا قدیم و عظیم اوقافی جائیدادوں کے ضیاع کا باعث ہوگا، کیونکہ اس کے تحت حکومت کو اسلامی اوقاف کے انتظام میں براہِ راست مداخلت کا اختیار حاصل ہوگا، اور اس کا اصل مقصد ہی یہی ہے کہ ان قوانین کے ذریعے اوقافی جائیدادوں پر قبضہ کر کے ان کا استحصال کیا جائے۔

مسلمان کبھی بھی ایسے قوانین کو قبول نہیں کریں گے، بلکہ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرنے کے لیے جان تک قربان کرنے کو ترجیح دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک ملک کے مختلف علاقوں میں اجلاس اور کانفرنسیں منعقد کی جا رہی ہیں، مظاہرین اس قانون کے خاتمے کے لیے احتجاج کر رہے ہیں، اور وہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس کے خلاف بھرپور جدوجہد کر رہے ہیں۔

یاد رکھیں کہ اوقاف کا تحفظ اور ان کی نگہداشت محض کوئی انتظامی مسئلہ نہیں، بلکہ یہ شرعی فریضہ، تاریخی حق اور اجتماعی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس نازک وقت میں مسلمانوں کے درمیان اتحاد پیدا کرنا ضروری ہے، اور ہمیں اپنی پوری توانائیاں صرف کر کے اسلامی اوقاف کی حفاظت، ان پر تجاوزات، استحصال اور غصب کے خلاف ڈٹ جانا چاہیے۔

تمت